مشترک بنیادوں پر اتحاد کی ضرورت

عالم اہلسنّت مولانا کوثر نیازی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر حسینؑ وہ ذکر ہے جس نے مسلمانوں کو ہر دور میں ہر جبر اور استبداد کے سامنے سینہ سپر ہونے اور اسلام کی حقانیت کو زندہ اور جاوداں رکھنے کے لئے اپنی ہستی کو فنا کرنے کا سبق دیا۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین کے بنیادی اقدار اور انسانی زندگی کے اس ربانی طریق جہد وعمل کی عظمت اور سچائی کا اظہار فرمانے کے لئے میدان کربلا میں جلوہ افروز ہوئے اور اپنے اور اپنی اولاد کا خون دے کر اس طریق جہد وعمل کو جاوداں فرما گئے۔ اس سچائی کا راستہ روکنے کے لئے طاغوتی طاقتیں ہجوم در ہجوم آئیں۔ انھوں نے سچائی کے اس عظیم اور بے مثال علمبردار کا سر کاٹ کر نیزے پر بلند کر دیا اور خوشیوں کے شادیانے بجائے لیکن تاریخ نے دیکھا کہ سچائی خون آلود ہونے کے بعد سربلند ہے اور جھوٹ کی ہر خوشی غلط اور جھوٹی ثابت ہوئی۔ حسینؑ آج بھی زندہ ہیں اور یزید ایک مدت ہوئی فنا کے گھاٹ اتر گیا۔ یہ عظیم یاد اسلامی دنیا کے گوشے گوشے میں مختلف طریقوں سے منائی جاتی ہے۔ عزادارانِ حسین ÷ ماتم کر کے اس حقیقت کو یاد کرتے ہیں تو وہ لوگ جو اس واقعہ کو فکر ونظر کے مختلف زاویوں سے سوچتے ہیں، وہ اپنے انداز سے اس کے تذکرے سے اپنی محفلوں کو بقعۂ نور بناتے ہیں۔ طریقہ جو بھی ہو، اس میں مشترک بات یہ ہوتی ہے کہ سچائی کو سر بلند رکھنے کے لئے جان دے دینا مہنگا سودا نہیں۔ یادگار کا یہی مشترک پہلو اسلام کی وساطت سے مسلمان قوم کو نیا خون، نیا ولولہ اور نیا حوصلہ دیتا رہا ہے۔ اس نئے حوصلے سے ہر دور میں کئی نئے سورج ابھرے ہیں۔ مسلم ممالک کی حالیہ تاریخ ایسے ہی نئے سورجوں کی تاریخ ہے افریقہ میں، مشرق وسطیٰ میں، ہندوستان میں، جنوب مشرقی ایشاء میں ایک نہیں، کئی سویرے ہوئے اور ہر سویرے کی شفق میں خون حسین ÷ کی سرخی ہر صاحب نظر کو جھلکتی نظر آئی۔

ظاہر ہے اس بے بدل واقعہ کی یہ مشترک قدر اس قابل نہیں کہ اس کو یاد کرنے کے طریقوں کے اختلاف پر قربان کر کے بے مصرف اور غیر موثر بنا دیا جائے۔ اس اختلاف سے کہیں عظیم، کہیں بڑا، کہیں مفید اور کہیں اونچے درجہ کا اشتراک ہے جس پر ہزار اختلاف قربان کئے جا سکتے ہیں۔ ہمیں اس واضح فرق کو محسوس کرنا چاہئے اور حسین ÷ کی مشترک اور ہر لحاظ سے یقینا غیر اختلافی شخصیت کی عظمتوں سے وہ فائدہ اٹھانا چاہئے جو اس کا حقیقی فائدہ ہے اور اسے چھوٹے چھوٹے اختلافات کی نذر کر کے اپنے پیروں پہ آپ کلہاڑی نہیں مارنا چاہئے۔ یاد منانے کے طریقوں کا اختلاف قطعاً کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور اگر یہ اختلاف جناب امامؑ کے حقیقی مقصود کی نفی کرنے پر اتر آئے تو اس کی منفی اہمیت نہایت تکلیف دہ اور دلخراش ہو جائے گی۔

ہم میں کوئی اس بات کا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ شیعہ، سنی دو الگ ''دین'' ہیں۔ یہ بات مسلّم ہے کہ شیعہ سنی دو مسلک ہیں، دو دین نہیں۔ یہ ایک ہی دین کی دو مختلف تعبیریں ہیں۔ دو مختلف ذہنی زاویئے ہیں جنھوں نے اپنے اپنے طریقے سے تاریخ کو پڑھا۔

تاریخ ایک علمی موضوع ہے اور اسے اپنے اپنے انداز میں پڑھنے پر کوئی دینی قدغن نہیں لگائی جاسکتی۔ دین کی تفسیر کے انداز بھی مختلف ہوسکتے ہیں اور اس اختلاف کے لاتعداد طریقوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

امت محمدیہ کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ان دونوں اختلافات نے جب بھی اس حد تک شدت اختیار کی کہ ان دونوں (عمل اور وحدت فکر) کو صدمہ پہنچا تو حالت پارہ پارہ ہوگئی۔ ہلاکو خان نے شیعہ وسنی دونوں کو مسلمان جان کر قتل کیا اور دجلہ وفرات دونوں کے خون سے رنگین ہوگئے لیکن جب یہ اختلافات اپنے وجود کے باوجود بنیادی مرکزیت عمل اور وحدت فکر کے ساتھ پیوستہ رہے اور اس کے تحت رہ کر اپنے طور پر قائم رہے۔ عظیم سلطنتیں ابھریں اور دنیا کی جغرافیائی حدیں ٹوٹ گئیں۔ تاریخ ایک بار نہیں دس ہزار بار اس واقعہ کا تجربہ کرچکی ہے۔

حضرت امام حسینؑ سب کے تھے، سب کے ہیں اور سبھی کے رہیں گے۔ ان کی کوئی پارٹی نہیں تھی۔ ان کے نانا کی امت کا ہر فرد انھیں دل سے عزیز تھا۔ جب بے خبر اور ناسمجھ جلاّدوں نے ان کی مبارک گردن پر ستم کے خنجر چلائے، اس وقت ان کی زبان سے اس امت کے لئے دعا نکلی۔ اس روایت کی تاریخی تحقیق سے بحث نہیں ہے لیکن جو لوگ اسے صحیح سمجھتے ہیں، وہ اس کے سبق آموز پہلو پر توجہ فرمائیں کہ جناب امام حسینؑ کا کٹا ہوا سر جب نیزے پر بلند ہوا تو قرآن پڑھ رہا تھا۔ امام حسینؑ آج بھی ہمیں قرآن پڑھنے اور خدا کے آگے اس آخری پیغام کی طرف آنے کی دعوت دیتے معلوم ہوتے ہیں جس کا سرعنوان یہ ہے کہ ''مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں لیکن دنیا کے ہر نظریئے اور ہر خیال کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے مسلمانوں کے بھائی چارے کے عظیم تصور اور زندگی بخش نظریہ کے ساتھ بھی ہوا یعنی یہ کہ یہ نظریہ کتابوں میں بڑے احترام سے لکھ لیا گیا اور اسے خوبصورت جلدوں میں مقید کر کے طاقچوں پر رکھ دیا گیا۔ ان طاقچوں کو مٹی، گرد اور دھول نے اپنا تخت طاؤس بنایا اور کتابوں کو دیمک نے من وسلویٰ کا خوان نعمت سمجھا۔ عملاً مسلمان اس نظریئے سے بے تعلق سے ہوگئے۔

یہ بات کون نہیں جانتا کہ شیعہ اور سنی مکاتب فکر میں سو میں سے نوے باتیں متفق علیہ ہیں۔ زیادہ سے زیادہ صرف دس باتیں اختلافی ہوں گی لیکن ہونے یہ لگا کہ ان نوے باتوں کا ذکر تو کسی جلسہ یا مجلس میں نہیں ہوتا۔ البتہ ان دس باتوں کی صدائے بازگشت سے ہر محراب ومنبر گونج رہا ہے۔

قرآن حکیم نے تو اہل کتاب کے بھی مشترک بنیادوں پر دعوت اتحاد دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کی تھی مگر ہم ایک رسول کی امت ہونے پر بھی مشترک بنیادوں پر اتحاد کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

❀❀❀